تفسير احمد

سُورَةُ العَصر

Ketabton.com

جزء - 30

سوره «العصر» کا تفسیر و ترجمہ

تصنیف: امین الدین « سعيدي - سعيد افغانى»

(c) ketabton.com: The Digital Library

بسم الله الرحمن الرحیم

سورة العصر

جزء (30)

سوره عصر مکه مکرمه میں نازل هوئی ، اس کی تین آیتیں هیں

وجه تسمیه:

اس سورت کا "العصر" نام کیوں رکھاگیا، تمام مفسرین کا جواب یہ ہے کہ: چونکہ ہمارے پروردگارنے اس کے شروع میں "العصر" کی قسم کھائی ہے ، زمانہ میں بہت سی مختلف اور متضاد شامل ہیں، جیسے: خوشی ، غم ، صحت ، بیماری ، دولت ، فقر، اسی طرح زمانہ، مہینے ، دن ، گھنٹے ، منٹ اور سیکند جیسے حصوں میں زمانہ تقسیم کیا گیا ہے۔

سوره عصر کی آیات، الفاظ اور حروف کی تعداد

سوره عصر مکی سورتوں میں سے ہے، جس کا ایک (۱) رکوع ، تین (۳) آیتیں ، چوده (۱۴) الفاظ ، چوہتر (۷۴) حروف اور اکیس (۲۱) نقطے ہیں۔ (سورتوں کے حروف کی تعداد میں علماء کی آراءمختلف ہیں، اس بحث کی تفصیل کے لیے تفسیر احمد سورة الطور ملاحظہ کریں)

سوره عصر کی فضیلت

حضرت عبدالله بن حصین فرماتے ہیں کہ رسولﷺ کے اصحاب میں سے دو صحابی ایسے تھے کہ جب بھی آپس میں ملتے تو اس وقت تک ایک دوسرے سے جدا نہ ہوتے یہاں تک کہ سوره عصر ایک دوسرے پر تلاوت نہ کرلیں ، (رواه الطبرانی) امام شافعیؒ فرماتے ہیں کہ: اگر لوگ صرف اس سورت میں غور وفکر اور تدبیر کریں ، تو ان کے لیے کا فی ہے (ابن کثیر) اس طرح مفسرین لکھتے ہیں کہ: مسلمان ہونے سے پہلے عمرو بن عاص مشرکین قریش کی طرف مسیلمہ کذاب کے پاس گئے ، تو مسیلمہ نے اس سے پوچھا : کہ اس دوراں تمہارے دوست پر کیا وحی نازل ہوئی ہے؟ عمرو بن عاصؓ نے اس کے جواب میں کہا: ان پر ایک مختصر لیکن بہت بلیغ سورت نازل ہوئی ہے، مسیلمہ نے کہا: وه سورت کیا ہے ؟ عمرو بن عاص نے سوره عصر پڑھی، "وَالْعَصْرِ ۝١ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَفِيْ خُسْرٍ ۝٢ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ ۝ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ ۝٣"

مسیلمہ کذاب اس سورت کو سننے کے بعد گہری سوچ میں ڈوب گیا، تھو ڑی دیر بعد اپنا سر اٹھایا اور کہا : مجھ پر یہی وحی نا زل ہو ئی ہے،عمرو بن

(c) ketabton.com: The Digital Library

عاص نے اس سے کہا: کیا تم اسے میرے لیے پڑھ سکتے ہو؟ مسیلمہ کذاب نے پڑھنا شروع کیا: "یاوبر،یاوبر وانما انت ازنان وصدر وسائرك هقرتقر"

اے وبر ،اے وبر، اور تم دو کان اور ایک سینہ کے سوا کچھ نہیں ہو، کیونکہ تمہارے دوسرے اعضاء گڑھے اور کھوکھلے ہیں، پھر عمرو کی طرف متوجہ ہوئے اور پوچھا کہ عمرو تم نے یہ سورہ جو مجھ پر نا زل ہوئی اسےکیسا پایا؟،عمرو نے کہا : خدا کی قسم تم خوب جا نتے ہو کہ میں تمہیں جھوٹا سمجھتاہوں، ابن کثیر کہتے ہیں:مسیلمہ کذاب ان فریبوں کے ذریعے قرآن کی مخالفت کرنا چاہتا تھا، لیکن وہ بت پرستوں کو بھی قائل نہ کر سکا ، امام شافعی ؒ سورہ عصر کے مقام و مرتبہ کے بارے میں فرماتے ہیں ، "اگر تمام لوگ اس سورت میں غورو تدبر کریں تو یہ سورت سب کے لیے کا فی ہے".

نیز امام شافعی ؒ مزید فرماتے ہیں: اگر اس سورت کے علاوہ کوئی دوسری سورت نازل نہ ہوتی تو یقنا لوگوں کے لیے یہی کافی ہوتی ، کیونکہ اس سورت میں تمام علوم قرآن شامل ہیں۔

سورہ عصر کو دیکھتے ہوئے کہ یہ قران عظیم کی بہت مختصرسی سورت ہے ، لیکن یہ اس قدر جامع ہے کہ حضرت امام شافعیؒ کے نزدیک اگر لوگ اس سورت کو غور وفکر کے ساتھ اس کے معانی و تشریحات کے ساتھ پڑھیں تو یہ سورت ان کے دین و دنیا کی درستگی کے لیے کا فی ہے۔

اس سورت میں اس بات پربحث کی گئی ہے کہ تمام انسان خسارے اور نقصان میں ہیں، اس سورہ میں اس بات کی تاکید کی گئی ہے اور کہا گیا ہے کہ انسان اس نقصان سے صرف اس وقت بچ سکتاہے کہ جب اس میں درج ذیل خصوصیات ہوں، ایمان اورعمل صالح، ایک دوسرے کوحق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرنا۔

انسان اور انسانی معاشرہ تباہی و بربادی سے اس وقت بچ سکے گا، جب وہ ایمان کی راہ پر گامزن ہوگا، اس کا ایمان اور یقین اس کے صالح عمل اور اچھی کارکردگی سے ظاہر ہوگا، اور جب وہ حق پر کاربند ہوگا، دوسروں کو بھی حق پر چلنے کی دعوت دے گا، اور ایمان کی صف میں آگے بڑھنے ، اعمال صالح کرنے اور حق کا دفاع کرنے کی مشکلات کو برداشت کرے گا، اور صبر اختیار کرے گا، آدھے راستے کا ساتھی نہ ہو، اور دنیا کے مصالح و منافع اور مراتب کی وجہ سے دائیں بائیں طرف منحرف نہ ہو، اور وہ اپنی جدوجہدکے راستے میں تھکاوٹ محسوس نہ کرتاہو، اور دوسروں کو اپنے قول و فعل سے صبر کرنے کی دعوت دیتاہو اور خود بھی صبر و تحمل کا نمونہ بنے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

سورہ عصر کے پیغامات

1 - انسانی تاریخ کا دور قیمتی ہے اسی لیے خدا نے اس کی قسم کھائی ہے، اس کی عبرتوں سے ہمیں سبق حاصل کرنا چاہیے: "وَالۡعَصۡرِ"۔

2 - انسان ہر طرف سے خسارے میں ہے "لَفِيۡ خُسۡرٍ"۔

3 - جو شخص انبیا کی تربیت کے دائرے میں نہ ہو وہ نقصان میں ہے، "اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِيۡ خُسۡرٍ"۔

4 - نقصان سے بچنے کا واحد طریقہ ایمان اور عمل ہے: "اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ"۔

5 - صرف اپنے بارے میں سوچنا کافی نہیں ہے، مؤمن دوسروں کی ترقی اور کامیابی کے بارے میں بھی سوچتا ہے،"تواصوابالحق"۔

6 - صبر کی تلقین اتنی ہی ضروری ہے جتنی کہ حق کا حکم ،"بالحق وبالصبر"۔

7 - ایمان عمل سے پہلےہے، اسی طرح خود کی اصلاح معاشرے کی اصلاح پر مقدم ہے ، "آمنووعملو...وتواصو"۔

8 - ایمان اور عمل صالح اور دوسروں کو حق اور صبر کی تلقین کے بغیر انسان کا نقصان بہت بڑا ہے،"لفی خسر" "خسر" کا نکرہ ہونا ، یعنی اس پر تنوین نقصان کے زیادہ بڑا ہونے کی علامت ہے۔

9 - حق کو قائم کرنے کے لیے استقامت کی ضرورت ہے، "تواصوابالحق وتواصوا بالصبر"

10 - معاشرہ کی اصلاح اس وقت ہوتی ہے، جب تمام لوگ نیکی کا حکم کرنے اور برائی سے منع کرنے میں شریک ہوں، دوسروں کو نصیحت کرتے ہوں اور خود بھی نصیحت قبول کرتے ہوں، "تواصوبلحق"(لفظ "تواصو" تفاعل کے باب سے ہےدو طرف کے لیے ہوتاہے)۔

11 - نقصان سے نجات اس وقت ممکن ہے جب انسان تمام اچھے کام کرنے کی کوشش کرتا ہے، اگر چہ وہ ان تمام میں کامیاب نہیں ہوتا،"عملو الصالحات" لفظ "الصالحات" جمع کی صورت میں الف لام کے ساتھ آیا ہے۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

12 - ایمان کو جامع ہونا چاہیے، جزوی نہیں، دین کے تمام حصوں پر ایمان ، نہ کہ بعض اجزا پر "الاالذین آمنو" (ایمان کا خاص طور پر ذکر کیا گیا ہے تا کہ تمام مقدسات کو شامل ہو)

اس سورت کے عمومی مضامین

جیسا کہ ہم نے ذکر کیا، اس سورت کی جا معیت ایسی ہے کہ بعض مفسرین کے نزدیک اس مختصر سی سورت میں قران کے تمام علوم اور مقاصد کا خلاصہ بیان کیا گیا ہے، اس کا آغاز" عصر" کے معنی خیز قسم ، اور پھر تمام انسانوں کے خسارے میں ہونے کے ذکرسے ہوتا ہے، جو ان کی تدریجی زندگی کی طبعیت میں شامل ہے، اس کے بعد صرف ایک گروہ کو اس عمومی اصول سے الگ اور خارج کردیتی ہے ،جو ان چار نکات کا حامل گروہ: " (۱) ایمان، (۲)عمل صالح، (۳)ایک دوسرے کو حق کی وصیت کرتے ہیں، (۴)اور ایک دوسرے کو صبر کی تلقین کرتے ہیں" یہ چاروں اصول حقیقت میں اسلام کے عقیدہ، عمل، انفرادی اور اجتماعی پہلو پر مشتمل ہیں۔

"ایمان" محض ایک لفظ نہیں ہے بلکہ ایک جامع اور مکمل تشریح اور تفصیل ہے، ایمان ایک ایسا یقین ہے جو انسان کی زندگی کو سمت دیتا ہے، اور یہ کہ وہ کیسی زندگی گزارتا ہےاس میں ایمان اہم کردار ادا کرتا ہے، اور یہ لوگوں کے خیالات اور اعمال کی قدر کرنے کا محور ہے۔ قرآن کریم میں جب بھی اللہ تعالی "ایمان" کا ذکر کرتا ہے، تو اس کے بعد "عمل" کا بھی ذکر کرتا ہے، تاکہ یہ بات لوگوں کے مد نظر رہے کہ عمل میں ایمان کے مظہر کی نشاندہی ہو۔

لہذا زبانی یا عقیدہ پر ایمان اس وقت تک ایمان نہیں ہے، جب تک ہم جس پر یقین رکھتے ہیں اس کے لوازم کے پابند نہ ہوں، اور اس کے اثرات کو قبول نہ کریں، فوائد کو سمجھنے کے نتیجے میں ایمان اس وقت مفید ہو تا ہے، جب انسان جو کچھ بولتا ہے اس پر دل سے بھی رکھتاہو، اور اس چیز پرکہ جس کا ہمارے رب نے حکم دیاہے عمل کرے، اسی لیے نہ تو صرف زبانی ایمان کافی ہے، نہ صرف دل کا یقین، بلکہ ایمان کے ثمرات عمل میں نظر آتے ہیں، اللہ تعالٰی پر ایمان انسانی جسمانی صحت کو بھی بہتر بنا تا ہے، اور یہ انسان کے قلبی ضروریات میں سے بھی ایک ہے، اللہ پر ایمان انسان کے دماغ اور روح پر اثر انداز ہوتا ہے اور انسان کو ذہنی سکون فراہم کرتا ہے، انسانی زندگی ہمیشہ مسائل، اتار چڑھاو اور رکا وٹوں سے بھری رہتی ہے، روحانی سکون کا مقصد یہ ہے کہ جو شخص اللہ تعالیٰ پر یقین اور بھروسہ رکھتا ہے وہ زندگی کی تمام مشکلات کا سامنا آسانی سے

(c) ketabton.com: The Digital Library

کرسکتا ہے، وہ ذہنی مسائل کو مکمل طور پر خود سے دور کرسکتاہے، اور زندگی کے اتار چڑھا و میں زیا دہ مضبوطی سے چل سکتاہے ، اس وجہ سے، اگر آپ نے غور کیا ہو تو، وہ لوگ جو دماغی بیماریوں میں مبتلا ہوتے ہیں عام طور پر وہ لوگ ہوتےہیں جو ایمان کے کمزور اور بے عمل ہوتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ سورہ بقرہ "آیت۶۲ "میں اللہ پر ایمان لانے والوں کے سکون کے بارے میں فرماتا ہے: "..مَنۡ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالۡيَوۡمِ الۡاٰخِرِ...وَلَا خَوۡفٌ عَلَيۡهِمۡ وَلَا هُمۡ يَحۡزَنُوۡنَ۝۶۲"

ترجمہ: جوبھی اللہ اور روز آخرت پر ایمان لائے گا ....ان پر نہ خوف ہوگا نہ غمگین ہوں گے)

1 - جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اللہ تعالیٰ کو لا متناہی طاقت کا مالک اور اپنا دوست اور مددگار سمجھتے ہیں،جیسا کہ ہمارے رب نے سورہ بقرہ کی آیت ۲۵۷ میں وعدہ فر ما یا ہے : " اَللّٰهُ وَلِىُّ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا۝۰ يُخۡرِجُهُمۡ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوۡرِ" (اللہ تعالیٰ مؤمنوں کا مدد گار ہے انہیں اندھیروں سے روشنی کی طرف لے جا تا ہے۔

2 - جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اللہ پر مکمل بھروسہ کرتے ہیں جیسا کہ اللہ تعالیٰ (سورہ طلاق کی آیت:۳ میں فرماتے ہیں، "وَمَنۡ يَّتَوَكَّلۡ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسۡبُهٗ۝۰"(جو اللہ پر بھروسہ کرتا ہے اللہ اس کے لیے کافی ہے)

3 - جو لوگ خدا پر ایماں رکھتے ہیں وہ اپنے معاملات اور اپنے اعمال اور اپنے کام کا نتیجہ اللہ کے سپرد کرتے ہیں، اور اگر وہ کام مطلوبہ نتیجہ تک نہیں پہنچتا تو انہیں یقین ہے کہ اللہ تعالیٰ جو ان کا دوست اور مددگار ہے، اس کام کو ان کے لیےخیر نہیں سمجھتا، اس لیے وہ پھربھی مطمئن رہتے ہیں کہ اگر چہ ان کا عمل اور کام نتیجہ خیز نہیں ہوا، لیکن کوئی نقصان بھی ان کو نہیں پہنچا، شاید کہ اللہ اس معاملے کو اس کے فائدے میں نہیں سمجھتا تھا۔

4 - جو لوگ خدا پر ایمان رکھتے ہیں وہ خدا کے فیصلوں پر مطمئن رہتےہیں۔

5 - جو لوگ اللہ پر ایمان رکھتے ہیں، وہ اللہ کے حکم کے تابع ہوتے ہیں۔

6 - خدا پر ایمان کے اثراتے میں سے ایک تخلیق اور وجود کی دنیا کے بارے میں رجائیت ہے یعنی دنیا میں ہمیشہ پر امید رہنا، ایمان دنیا کے بارے میں انسان کے تصور کو اس طرح ایک خاص مثبت شکل دیتا ہے کہ دنیا کی تخلیق با مقصد ہے اور مقصد نیکی اور ارتقاء اور خوشبختی کی طرف لیجاتاہے ۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

7 - ایمان والا شخص پر امید ہونے کی وجہ سے صاف دل کی روشنی میں اپنی کوششوں کے مطلوبہ نتائج کی امید رکھتا ہے۔
8 - ایمان والے شخص کا نقطہ نظر یہ ہوتاہے دنیا اس کی کوششوں سے لاتعلق نہیں ہے، بلکہ وہ سمجھتاہے کہ یہ دنیا ان لوگوں کی حامی اور موید ہوتی ہے جو سچائی،راستی،انصاف اور احسان کی راہ میں جدوجہد کرتے ہیں: " اِنۡ تَنۡصُرُوا اللّٰهَ يَنۡصُرۡكُمۡ " (سورہ محمد:۷)ترجمہ: اگر تم اللہ کی مدد کروگے تو وہ تمہاری مدد کرےگا۔:"اِنَّ اللّٰهَ لَا يُضِيۡعُ اَجۡرَ الۡمُحۡسِنِيۡنَ"(سورہ توبہ۱۲۰) ترجمہ:"نیک لوگوں کا اجر اللہ کبھی ضائع نہیں کرتا" ایمان والا شخص خدا کی مدد اور زندگی کے بحرانوں میں امید رکھتا ہے، اور اپنے مقاصد کو حاصل کرنے کے لیے وہ خدا کی طرف مدد کا ہاتھ بڑھاتا ہے،اور خدا سے یہ امید اضطراب کو ختم کرتی ہے۔

خدا پر ایمان کا ایک اور بابرکت اثر اپنے کام میں بامقصد ہونا ہے،کیونکہ مؤمن جانتا ہے کہ اس کی ذات خود بخود وجود میں نہیں آئی ہے، بلکہ حکمت والا خدا اسے دنیا میں لایاہے، اور اسے ایک بہت بڑے مقصد کے لیے پیدا کیا ہے، جو کہ خدا کی عبادت اور بند گی اور زمین پر خدا کا جا نشین ہونا ہے، اور وہ جانتا ہے کہ اسے اپنے اعمال اور الفاظ کے لیے جوابدہ ہونے کے لیے تیار رہنا چاہیے، اس سے پہلے کہ یوم حساب آئے،اور وہ جانتا ہے کہ اسے جینے کے لیے کام کرنا ہے نہ کہ کام کرنے کے لیےجینا ہے،چونکہ حساب و کتاب آنے والا ہے اور ایک دن عقلمند اوربے وقوف بڑے،چھوٹے سے پوچھا جائے گا، اس لیے اسے چاہیے کہ زندگی کے تمام مراحل میں محتاط اور چوکنا رہے،اور کوئی ایسا کام نہ کرے کہ کل رب کے سامنے پیشی پر شرمندہ ہو۔

جس شخص کا دل اللہ تعالیٰ سے جڑا ہوا ہو، اس کو ڈر اور خوف نہیں ہوگا،کیونکہ وہ دنیا کی ہر چیز کا معاملہ ایمانداری سے کرتا ہے،اس لیے اسے کس چیز کا ڈر ہوگا؟ ایک مؤمن ہمیشہ اپنے آپ کو معزز اور باوقارسمجھتا ہے،کیونکہ وہ اس ہستی سے جڑا ہے جس کے تا بع سارا جہاں ہے۔قرآن کی آیات میں"عزت" کا لفظ مؤمن کے لیے استعمال ہوا ہے،وقار اور عزت روح کی ایک ایسی حالت ہے جس کی وجہ سے وہ روح خود کو برتر سمجھتی ہے، ڈرتا وہ ہے؟ جو خود کو شکست خوردہ سمجھتا ہے،جب وہ روح کی قوتوں سے شکست کھا جاتا ہے جو اندرونی دشمن ہیں،تو پھر بیرونی دشمنوں سے بھی ڈرتا ہے۔

وہ شخص جو اللہ تعالیٰ پر ایمان رکھتا ہے، وہ وقت کا پابندہوتاہے، اور اپنی زندگی میں اعلیٰ نظم وضبط رکھتا ہے، وہ اپنے وقت کو بہتر طریقے سے خدا

(c) ketabton.com: The Digital Library

کی عبادت میں استعمال کرتا ہے،اور زندگی کے لمحات کو زیادہ فائدہ اٹھانے اور اعمال صالحہ کے انجام دینے میں تیزی لانے کےلیے استعمال کرتا ہے،اس لیے وہ اپنی زندگی کو منظم کرنے میں بہت مستعد رہتا ہے، وہ اپنے عظیم مقاصد کے حصول کے راستے میں کوئی لمحہ اور موقع نہیں چھوڑتا، اور وہ اپنے اوقات کی منصوبہ بندی پر توجہ دیتا ہے۔
جو شخص خالص خدا پر یقین رکھتا ہے وہ اس دنیاکو ہی سب کچھ نہیں سمجھتا،بلکہ اس دنیا کے علاوہ وہ آخرت پر بھی یقین رکھتا ہے،اور اس کے مطابق اپنے تمام اعمال اور طرز عمل کو ترتیب دیتا ہے،اللہ پر یقین انسان میں قوت مدافعت پیدا کرتا ہے،اور کڑواہٹ کو میٹھا بنا تا ہے۔
جو اللہ پر یقین رکھتا ہے، وہ خدا کی خاطر اور نافرمانی اور گناہ کے سنگین نتائج کے خوف سے احتیاط سے کام لیتا ہے،اور کوئی ایسا کام نہیں کرتا جس سے خدا اور خدا کے بندے ناراض ہوں، اور جو کچھ وہ کرتا ہے وہ خدا کے لیے ہوتا ہے، اور جو کچھ وہ نہیں کرتا وہ بھی خدا کے لیے ہوتا ہے اور وہ خدا اور رسول کے دین اور حکم سے کرنے یا نہ کرنے کا فیصلہ لیتا ہے۔

سورہ "عصر" کی تفسیر کا خلاصہ

عام طور پر سورہ عصر کی تفسیر کا خلاصہ یوں بیان کیا جاتا ہے:مجھے قسم ہے اس زمانے کی جس میں نقصان کا سامنا کرنا پڑتا ہے، کہ انسان اپنی زندگی ضائع کرنے کی وجہ سے بڑے نقصان میں مبتلا ہوتا ہے،سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیکیاں کرتے رہے، یہ ان کی ذات کی تکمیل ہے اور ایک دوسرے کو اعمال کی پابندی اور صبر کرنے کی تلقین کی، یہ دوسروں کی تکمیل ہے، اس لیے کہ جو لوگ یہ کمال خود حاصل کرتے ہیں اور پھر دوسروں کو بھی مکمل کرتے ہیں، ایسے لوگ نقصان میں واقع نہیں ہوتے، بلکہ فائدے میں ہیں۔
محترم قارئین:سورت میں جس بنیادی، عملی اور معجزہ نما نکتہ پر بحث کی گئی ہے، اور وہ نکتہ کہ ہر مؤمن مسلمان کو اس پہ گہری نظر رکھنا چاہیے، وہ یہ ہے کہ انسان کو خسارے اور نقصان سے بچانے والی چار صفات ہیں: "ایماں، نیک عمل،حق کی نصیحت اور صبر کی وصیت"۔
یہ سورت ہم انسانوں کو سکھاتی ہے کہ ایک شخص سچی اور حقیقی نجات تب حاصل کرسکتا ہے جب وہ راست بازی کے یہ چار عناصر خود جمع کرلے، ہر مسلمان کو یاد رکھنا چاہیے کہ اگر وہ ان میں سے کسی ایک چیز کو کسی بھی وجہ یا دنیاوی مصلحت کی وجہ سے نظر انداز کرئے اور اسے غیر اہم سمجھے، یا ان میں سے کسی ایک کی اپنی جگہ پر درست طور پر لحاظ نہ رکھے تو اس کی نجات کی کشتی بھنور میں پھنس جائے گی کر پار

(c) ketabton.com: The Digital Library

نہیں سکے گی، مطلوبہ ساحل (ہمیشہ کی سعادت) تک پہنچنے سے محروم رہے گا، اور دنیاو آّخرت کا نقصان اٹھائے گا۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

سورۃ العصر

وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾ اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا
بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾ اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾

سورت کا ترجمہ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ	شروع کرتاھوں اللہ کے نام سے جوبڑا مھربان نھایت رحم والاھے
وَالۡعَصۡرِ ۙ﴿۱﴾	زمانے کی قسم!
اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾	انسان در حقیقت بڑے خسارے میں ہے
اِلَّا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوۡا بِالۡحَقِّ ۬ۙ وَتَوَاصَوۡا بِالصَّبۡرِ ﴿۳﴾	سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کوحق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے

سورت کی تفسیر

وَالۡعَصۡرِ	زمانے کی قسم!

زمانہ جو کہ انسانی زندگی کا سرمایہ، اور دو جہانوں کی سعادت کے حصول کے لیے کوششوں کا موقع ہے۔

مفسرین لکھتے ہیں"الۡعَصۡرِ" زمانہ، وقت،اس سے مراد انسانیت کی تاریخ ہے جو انسانی زندگی کا سرمایہ ہے، اوربے مقصدقسم کی زندگی گزارنےسےانسان نقصان اٹھاتا ہے۔

لفظ "اَلۡعَصۡرِ"کے متعدد تراجم اور تشریحات کی گئی ہیں،بعض مفسرین نے اس کا ترجمہ اور تفسیر عصر کے وقت سے کی ہے،بعض مفسرین نے العصر کو زمانے سے تعبیر کیا ہے، خاص طور پررسول اللہ ﷺ کے دور سے،اور اس طرح مفسرین نے اس لفظ کی مختلف تفاسیر اور تشریحات اور وضاحتیں کی، اگر ان مفسرین میں سے ہر ایک کے دلائل اور تشریحات کا تجزیہ اور جائزہ لیا جائے تو ان میں سے کسی نے بھی عصر کو مخصوص وقت اور مدت کے لیے مختص کرنے کی کوئی وجہ بیان نہیں کی، کہ کس تاویل سے ثابت کیا

(c) ketabton.com: The Digital Library

جاسکتا ہے کہ "عصر کے وقت " سے ثابت ہوتا ہے کہ انسان خسارے اورنقصان میں ہے۔

لفظ "العصر" عام ہے، جسے خاص نہیں کرنا چاہیے، قسم اور اس کے جواب کا تعلق تب ہی دیکھا جاسکتا ہے جب ہم صیغے کو اپنے " عمومی " حال پر رکھیں، اسی طرح ہم اس سے کوئی بھی زمانہ اور زمانے کے نشیب و فراز کا معنی لے سکتے ہیں، زمانہ اس کے اور یہ مختلف نشیب و فراز اور اتار چڑھاؤ گواہی دیتے ہیں کہ انسان کو اپنی بے ایمانی، برے عمل اور نامناسب کردار اور حق کی نصیحت اور صبر کی تلقین نہ کرنے کی وجہ سے نقصان اور خسارے کا سامنا کرنا پڑتا ہے، "زمانے کی قسم " خدا تعالی اس بنا پر زمانے کی قسم کھاتا ہے کہ زمانہ شب و روز کے گزرنے کا وقت، تاریکی اور روشنی کے پے در پے آنا، واقعات کی روشنی اور ظرف، زندگی کی مستقل مزاجی اور لوگوں کے مصالح اور منافع کی اپنی آغوش میں پرورش کرتا ہے ، اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ یہ چیزیں صانع عزوجل کے وجود کی واضح دلیل ہیں، لہٰذا اللہ تعالٰی کا زمانے کی قسم کھانا زمانے کی عظمت اور اہمیت کی دلیل ہے، اسی لیے حدیث شریف میں ہے: "لاتسبو الدھر،فإن اللہ ھو الدھر" زمانے کو گالی مت دو، کیونکہ خدا عزوجل خود زمانہ (کا خالق) ہے، یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ بعض مفسرین نے العصر کی تفسیر : "صلاۃ وسطی" یعنی نماز عصر کے کئے ہیں، اس قسم کی تعبیر اس حقیقت کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ جو زندگی گزرچکی ہے اس کے مقابلے میں دنیا کی باقی ماندہ زندگی عصر اور مغرب کی نماز کے درمیانی وقت کی طرح ہے۔

اس لیے انسان کے لیے بے ضرر کاروبار میں مشغول ہونا ضروری ہے، کیونکہ آخری وقت قریب ہے، اور نقصانات کی تلافی ممکن نہیں،جبکہ "ابن کثیر" عالم اسلام کے مشہور مفسر نے پہلے مفہوم کو ترجیح دی ہے۔

اِنَّ الۡاِنۡسَانَ لَفِیۡ خُسۡرٍ ۙ﴿۲﴾	انسان در حقیقت بڑے خسارے میں ہے

"الۡاِنۡسَانَ " اس سے مراد مکلف انسان ہے "خُسۡرٍ " نقصان اور ضرر، حقیقت یہ ہے کہ : جو لوگ اپنی قیمتی عمر میں شیطان سے سودے بازی کرتے ہیں ، ان کا نقصان ہوگا۔ (رجوع کریں : نمل/ 5، اعراف/ 178، شوري/ 45) اور جو لوگ اللہ سے تجارت کرتے ہیں، وہ فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (ملاحظ فرمائیں : صف : ١٠۔١٣)

(c) ketabton.com: The Digital Library

پچھلی آیت کی قسم کا جواب یہ ہے کہ : یقینا انسان خسارے میں ہے "خسر اور خسران" کاروباری نقصان، سرمایہ کا نقصان ، یعنی : ہر وہ شخص جو تجارت ، کاروبار اور مادی محنت میں لگا ہوا ہے، اور اپنی زندگی دنیاوی امور میں صرف کرتا ہے، تو ایسا آدمی حق کے نقصان اور گمراہی کی تباہی کا شکار ہے، اس حکم سے کوئی بھی مستثنی نہیں ہے، سوائے ان لوگوں کے جنہیں درج ذیل آیت میں مستثنی قرار دیا گیا ہے :

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَتَوَاصَوْا بِالْحَقِّ۬ۙ وَتَوَاصَوْا بِالصَّبْرِ۠ ۳	سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے، اور نیک اعمال کرتے رہے، اور ایک دوسرے کوحق کی نصیحت اور صبر کی تلقین کرتے رہے

" تَوَاصَوْ" ایک دوسرے کو نصیحت کی، "الْحَقِّ" حق اور سچ -

"الصَّبْرِ" صبر، ذکر خاص بعد از عام ہے، (مگر وہ لوگ جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے) یعنی : وہ مرد اور عورتیں جو اللہ پر ایمان اور عمل صالح کو باہم جمع رکھتے ہیں نفع میں ہیں، نقصان میں نہیں ہیں، کیونکہ دنیاوی، معاملات نے انہیں نیک اعمال سے غافل نہیں کیا، بلکہ اپنی آخرت کے لیے عمل کرتے رہے، وہ لوگ جو ایک دوسرے کو حق کی نصیحت کرتے رہے، وہی حق ہے جس کے لیے کھڑا ہونا ضروری ہے، اور وہ یہ کہ: اللہ تعالی اور اس کی وحدانیت پر ایمان لانا اور ان تمام چیزوں کو بجا لانا جنہیں اللہ تعالی نے حلال قرار دیا ہے، اور ان تمام چیزوں سے بچنا جنہیں اللہ تعالی نے حرام قرار دیا ہے، (سوائے ان لوگوں کے جنہوں نے ایک دوسرے کو صبر کی تاکید کی ہے)، اور اللہ تعالی کی نا فرمانی سے باز رہنے میں صبر، اس کے فرائض کی ادائیگی میں صبر اور اس کےتکلیف دہ احکام پر صبر۔

لہذا صبر ان اچھی صفات میں سے ہے جس کی مؤمنوں کو ایک دوسرے کو نصیحت کرنی چاہیے، چونکہ صبر دوسری خوبیوں سے زیادہ اہم ہے اس کا درجہ بھی ان سے بلند ہے، نیز، چونکہ حق کے لیے کھڑے ہونے والوں میں سے بہت سے لوگوں پر ظلم و ستم کیا جاتا ہے جس کا مقابلہ صبرسے ہی کیاجاسکتاہے، چنانچہ صبر کی ضرورت، اہل ایمان کی واضح ضروریات میں سے ہے۔

امام رازی فرماتے ہیں؛ "آیت کریمہ اس بات کی دلیل ہے کہ حق ایک بھاری کام ہے کہ اس کے ساتھ مصائب و مشکلات وابستہ ہیں۔اس لیے ہمارے رب نے اسے ایک دوسرے کو نصیحت کے ساتھ اور نصیحت کو صبر کے ساتھ جوڑ دیاہے"۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

عمل صالح کا قرآنی تصور

عمل صالح کا مطلب وہ کام ہے جو صحیح اور اچھا ہو،اسی طرح جہاں دو لوگوں میں اختلاف ہو تو اس اختلاف کو دور کرنا،اور دشمنی کو ختم کروانا یہ بھی عمل صالح ہے اس کے علاوہ نیک عمل سے مراد کوئی بھی صحیح اور نیک عمل ہو، جس کی بہت سی مثالیں ہیں قرآن کریم میں ۔

اگر ہم اسلام کو دو اہم اور بنیادی اجزا میں بیان کرنا اور منحصر کرنا چاہیں تو ان میں سے ایک عمل صالح ہو گا، اس لیے کہ اسلام ایمان دو اہم اجزا حق اور عمل صالح پر قائم ہے۔

مسلمان اور مؤمن وہ شخص ہے جو اپنے دل میں حق پر ایمان اور یقین رکھتا ہے اور اچھے اعمال انجام دیتا ہے،لہذا توحید پرستی اور عمل صالح کو انسانیت کی پرواز کے دوبازو سمجھا جاتا ہے، قرآن کریم ایمان کے ساتھ عمل صالح کو بھی اونچا مقام دلانے والے کے طور پر ذکر کرتا ہے۔(سورہ فاطر١٠)

نجات پانے والے اور فلاح پانے والے صرف وہی ہیں جو ایمان اور عمل صالح رکھتے ہیں، وہ لوگ نہیں جو اصل سرمایہ میں نقصان کیے ہوئےہیں، اور وہ نقصان اٹھانے والوں میں سے ہیں۔(سورہ عصر کی آیت:٢ اور٣)۔

سوال یہ ہے کہ قرآن نے کن امور مثالوں کو اعمال صالحہ قرار دیا ہے،اور ان کی طرف توجہ دینے اور اہتمام کرنے کا کہا ہے؟ قرآن کریم میں اعمال صالحہ کی بہت سی مثالیں بیان کی گئی ہیں، ان میں سے کچھ کا یہاں ذکر کیا جا تا ہے۔

سورہ توبہ آیت: "١٢٠ اور ١٢١" کلی اور جزی طور پر عمل صالح کی انجام دہی میں انہیں خدا کی راہ میں تکلیف پہنچتی ہے پیاس کی محنت کی یا بھوک کی یا وہ ایسی جگہ چلتے ہیں کہ کافروں کو غصہ آئے یا دشمنوں سے کوئی تکلیف پہنچتی ہے تو ہر بات پر ان کے لیے نیک عمل لکھا جاتاہے کچھ شک نہیں کہ اللہ نیکو کاروں کا اجر ضائع نہیں کرتا، اور اسی طرح جو وہ خرچ کرتے ہیں کم یا زیادہ یا کوئی میدان طے کرتے ہیں تو یہ سب ان کے لیے (اعمال صالحہ) میں لکھ لیاجاتاہے تا کہ خدا ان کے اعمال کا بہت اچھا بدلہ دے ۔

ان آیات میں متعدد صورتیں بیان کی گئی ہیں جو عمل صالح کی عمومی اور جزوی مثالیں ہیں، ان سب میں وہ کونسی بنیادی اور کلیدی شرط ہے، کہ اللہ کی راہ میں ہونا نیکی اور عمل صالح ہے؟

اگر انفاق،سخاوت تھوڑی یا بہت ہو جائے،یا سختی اور مصیبتں برداشت کی جائیں،اور دوسرے نیک کام انجام دیے،کہ جن میں مثبت ارادہ نہ ہو تو اس

(c) ketabton.com: The Digital Library

طرح کے نیک کام اس بندے کے اس شخص جیسے ہیں کہ جو ایک پر کے ساتھ اڑنا چاہتا ہے،کہ ایسا کام ناممکن اور نہ ہونے والا ہے۔
عمل صالح کے بغیر ایمان بھی انسان کےلیے کار آمد نہیں ہوتا، قرآن کریم کی آیات میں ہر جگہ دونوں کی شرطیت کی طرف اشارہ ہوا ہے، جب بھی دوزخ کی آگ سےنجات اور فلاح کی بات ہوگی تو ایمان کے ساتھ عمل صالح کی طرف اشارہ ہوگا،"۷۰" سے زائد آیات میں اس مسئلہ کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ ان دونوں(ایمان اور عمل صالح) کے حصول کے بغیر نجات کا تصور نہیں ہوگا، اس کے علاوہ یہ بھی بتادیا گیاہے کہ سچے مؤمن وہ ہیں جو نہ صرف خود ایسے ہوں، بلکہ دوسروں کو بھی ایمان اور عمل صالح کی طرف بلائیں، درحقیقت اس آیت میں اسلام کے معاشرتی پہلو پر زور دیا گیا ہے، ایک لحاظ سے اسلام ایک ایسا دین ہے جو نہ صرف فرد کی نجات کا خیال رکھتا ہے، بلکہ معاشرے کی نجات بھی اس کے اہم ترین مقاصد اور اہداف میں سے ایک ہے، اسی لیے قرآن میں نیکی کا حکم دینا اور برائی سے منع کرنا اعمال صالحہ میں شمار کیا گیاہے۔
قرآن کا یہ طریقہ بتاتا ہے کہ اسلام نہ صرف افراد بلکہ انسانی معاشروں کو بچانے کا سوچتا ہے، فرد کی آزادی اور نجات ضروری ہے،لیکن یہ مقصد ایک صالح معاشرہ اورصالح قوم فراہم کرنے کے بغیر حاصل نہیں ہوسکتا، اگر کوئی شخص اپنا خیال رکھتا ہے اور معاشرے پر توجہ نہیں دیتا تو وہ یقین سے نہیں کہہ سکتا کہ وہ مستقبل میں کسی مشکل میں نہیں پڑے گا، فرد کی آزادی، خاص طور پر آج کے دور میں ، معاشرے کی نجات اور آزادی پر منحصر ہے۔

خسران میں جنات بھی شامل ہیں

سورہ"عصر" میں اور اسی طرح احادیث نبویؐ کی ایک کثیر تعداد میں،بنی آدم خصوصا مردوں کو مخاطب کیا گیا ہے؛کہ انسان سراسر خسارے میں ہے، جبکہ مذکورہ روایات میں عورتوں اور جنوں کا کوئی ذکر نہیں ہے۔
لیکن یاد رہے کہ:نقصان کے بارے میں رب کا خطاب، جو سورة العصر میں ہے، اس خسران میں مرد اور عورتیں، یہاں تک کہ جنات بھی شامل ہوں گے، کیونکہ دین اسلام ایک ایسا دین ہے جو مردوں،عورتوں اور جنوں تمام مکلفین کے لئے نازل کیا گیا ہے، رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"النساءشقائق الرجال" (رواہ احمد)معنی یہ ہے کہ عورتیں دین کے معاملات میں مردوں کی طرح ہیں،سوائے ان مسائل کے جن میں اسلام نے مرد اور عورتوں کے لئے فرق رکھاہے، اور ان کا الگ الگ تعین کیا ہے، جیسے کہ گواہی اور وراثت کے مسائل وغیرہ، قرآنی آیات میں کچھ صفات ایسی بھی ہیں کہ ان میں مؤمن

(c) ketabton.com: The Digital Library

اور کافر دونوں شامل ہیں،اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں: "وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْإِنْسَ إِلَّا لِيَعْبُدُونِ" ترجمہ:"پس جنات بھی انسانوں کی طرح عبادت کے مکلف ہیں"

سورہ عصر کی یہ آیت عموم کا معنی دیتی ہے،یعنی جن اور انسان دونوں بربادی اور نقصان میں ہیں،سوائے ان لوگوں کے جو ایمان لائے اور نیک عمل کیے،اور ایک دوسرے کو حق اور صبر کی نصیحت کرتے رہے۔

جنت کا راستہ

جنت تک پہنچنے کے لیے ایک مسلمان مؤمن کو ہر ممکن کوشش کرنی چاہیے،شرعی حکم یہ ہے کہ خواہشات نفس کی مخالفت سے جنت کا راستہ حاصل کیا جاسکتا ہے، مگر اس کے لیے مضبوط ارادہ اور فیصلہ کی ضرورت ہے۔

بخاری اور مسلم کی ایک حدیث جو حضرت ابو ہریرۃؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا"حجبت النار بالشهوات، و حجبت الجنة بالمكاره"(جامع الاصول: (521/10) نمبر 8069.)

ترجمہ: جہنم کو خواہشات سے اور جنت کو پسندیدہ چیزوں سے ڈھانپ دیا گیا ہے"۔

سُنَن نسائی اور ترمذی میں بھی ابو ہریرۃؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہﷺ نے فرمایا: "اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَا يَسْمَعُ بِهَا أَحَدٌ إِلَّا دَخَلَهَا ثُمَّ حَفَّهَا بِالْمَكَارِهِ ثُمَّ قَالَ يَا جِبْرِيلُ اذْهَبْ فَانْظُرْ إِلَيْهَا فَذَهَبَ فَنَظَرَ إِلَيْهَا ثُمَّ جَاءَ فَقَالَ أَيْ رَبِّ وَعِزَّتِكَ لَقَدْ خَشِيتُ أَنْ لَا يَدْخُلَهَا أَحَدٌ"(جامع الاصول:(520/10) نمبر8068.) "۔

(جاؤ جنت میں دیکھو جو کچھ میں نے مؤمنوں کے لیے تیار کیا ہے،جبرائیلؑ گئے جنت اور اس کی تمام سہولیات کو دیکھا اور پھر واپس آکر کہا:اے رب مجھے تیری عظمت و بزرگی کی قسم،جو ان نعمتوں کے بارے میں سنے گا، وہ اس میں داخل ہونے کے لیے تیار ہوجائے گا، اس لیے اللہ تعالیٰ نے حکم دیا کہ جنت کو مصیبتوں سے گھیر لیا جائے،اور جبرائیل کو حکم دیا کہ جا کر دیکھو کہ میں نے جنتی لوگوں کے لیے کیا تیار کیا ہے،جبرائیل گئے اور واپس آکر کہا: اے رب! مجھے تیری عظمت اور بزرگی کی قسم! مجھے ڈر ہے کہ کوئی اس میں داخل نہیں ہوگا۔

امام نووی نے شرح مسلم میں پہلی حدیث کی تشریح اس طرح کی ہے: یہ تمثیل بہت خوبصورت ہے اوریہ رسول اللہﷺ کے کلام کی فصاحت و بلاغت کو ظاہر کرتی ہے۔

اس کا مفہوم یہ ہے کہ آدمی اس وقت تک جنت میں نہیں جائے گا جب تک

(c) ketabton.com: The Digital Library

کہ وہ کام نہ کرے جو اس کی طبیعت کے مطابق مشکل اور ناخوشگوار ہیں ، اور جب تک وہ نا جائز لذتوں کو قربان نہ کرے،جہنم سے نہیں بچ سکے گا، ہاں! جنت اور جہنم خواہشات اور ناپسندیدہ چیزوں سے ڈھکے ہوئے ہیں، جو پردوں اور رکاوٹوں سے گزرے گا وہ محبوب تک پہنچے گا، جنت کے راستے کی رکاوٹوں کو دور کرنے کا مطلب ہے مشکلات کا سامنا کرنا،جہنم کی رکاوٹوں کو دور کرنے کا مطلب ہے لذتوں سے اجتناب کرنا۔

مکارہ اور مشکلات سے مراد کیاہے؟:

عبادت میں کوشش کرنا،اور اس پر مکمل توجہ دینا،دین کی راہ میں آنے والی مشکلات پر صبر و استقامت،نیکی کا حکم دینا برائی سے روکنا،حق کی تلقین کرنا،اور اللہ کی طرف بلانا،اور اس کی راہ میں جہاد کرنا،غصے کو دفع کرنا،عفوو درگزر سے کام لینا اور صدقہ دینا،اس شخص کے ساتھ نیکی کرنا جس نے تمہارے ساتھ برائی کی ہے،اور خواہشات کے مقابلے میں صبر کرنا وغیرہ۔ (شرح نووی علی مسلم: 17 /165)

مدعیان نبوت

محمد مصطفیﷺ کے بعد کتنے لوگوں نے نبوت کا دعوی کیا؟صحیح تعداد تو دستیاب نہیں ہے،لیکن صحیح احادیث نبویﷺ میں ہے کہ آپؐ نے فرمایا: "لَا تَقُومُ السَّاعَةُ حَتَّى يُبْعَثَ دَجَّالُونَ كَذَّابُونَ قَرِيبًا مِنْ ثَلَاثِينَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ رَسُولُ اللَّهِ"(بخاری:۳۶۰۹)،(قیامت اس وقت تک نہیں آئے گی جب تک تقریبا تیس جھوٹے دجال ظاہر نہ ہوں،جو سب کے سب نبی ہونے کا دعوی کریں گے) سنن ابی داود اور ترمذی میں،ثوبانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: "وَإِنَّهُ سَيَكُونُ فِي أُمَّتِي كَذَّابُونَ ثَلَاثُونَ كُلُّهُمْ يَزْعُمُ أَنَّهُ نَبِيٌّ وَأَنَا خَاتَمُ النَّبِيِّينَ لَا نَبِيَّ بَعْدِي"(سنن ابی داود:۴۲۵۲)

ترجمہ: " میری امت میں عنقریب تیس جھوٹے (دعویدار)نکلیں گے،ان میں سے ہر ایک یہ دعوٰی کرے گا کہ وہ نبی ہے حالانکہ میں خاتم النبین ہوں میرے بعد کوئی نبی نہیں ہے" ۔

پہلا شخص جس نے نبی ہونے کا دعوی کیا وہ مسیلمہ کذاب تھا جسے بعد میں مسلمانوں نے قتل کردیا۔

صدر اسلام میں جھوٹے دعویدار ان نبوت

رسول اللہ ﷺ کے زمانے میں،بعض اشخاص اکٹھے ہوئے اور خود کو نبوت کے دعویدار قرار دیا،ان میں سے چند لوگ اپنے لئے پیروکار تلاش نہ کرسکے،مشہور و معروف اشخاص میں سے:مسیلمہ بن ثمامہ کا ذکر کرسکتے ہیں جو اپنے پروپیگنڈے میں خود کو نبوت میں رسول اللہ ﷺ کا

(c) ketabton.com: The Digital Library

شریک مانتا تھا، اور عیسی اور طلیحہ بن خویلد وغیرہ، ان میں سے ہر ایک اپنے علاقے میں نبوت کا دعوی کرنے لگاتھا۔

مسیلمہ بن ثمامہ

مسیلمہ بن ثمامہ جو کہ ابا ثمامہ کے کنیت سے بھی مشہور تھا،(۱)ایک دن اپنے کچھ پیروکاروں کے ساتھ نبیﷺ کے پاس گئے اور پیارے نبی کریم ﷺ سے کہا:

(۲)اگر اس طرح منصوبہ بنا لو کہ آپ کے بعد تمام کام میرے سپرد ہوجائیں(یعنی میں آپ کا جانشین بن جاؤں) تو آپ کی پیروی کرلوں گا،پیغمبرﷺ نے اس کی طرف رخ مبارک کردیا آپ ﷺ کے ہاتھ میں کھجور کی ایک ٹہنی تھی،فرمایا:اگر مجھ سے جو کچھ میرے ہاتھ میں ہے مانگو تو میں یہ بھی نہیں دوں گا،اپنے کام میں اس چیز سے دشمنی نہ کرو، جسے خدا نے تمہارے لئے مقرر کیا ہے،اگر تم منہ موڑ لو تو اللہ تعالی تمہاری نسل ختم کرے گا،اور میں تجھے ویسا ہی دیکھتا ہوں جیسا خواب میں دیکھا تھا۔

وہ رسول اللہﷺ کے ساتھ اس بحث و مباحثہ کے بعداپنے قبیلے کی طرف گیا اور قبیلے والوں کے پاس پہنچنے کے بعد نبوت کا دعوی کردیا،اور کہا کہ پیغمبر اسلام کے ساتھ اس کی نبوت میں شریک ہوں۔

(۴)یہ بات قابل ذکر ہے کہ اس نے پیغمبر السلام کی نبوت کا انکار نہیں کیا،بلکہ ان کی طرح اپنے آپ کو پیغمبر سمجھتا تھا، اور کہتا تھا: "کہ میں اور محمد دونوں نبوت کے کام میں شریک ہیں" سیرت نگاروں نے لکھا ہے کہ:کچھ مدت گزرنے کے بعد مسیلمہ اس قابل ہوگیا کہ چند آدمیوں کو اپنے اردگرد جمع کرلے،اس نے پیغمبرﷺ کو مندرجہ ذیل مضمون کا ایک خط لکھا: "مسیلمہ خدا کے پیغمبر کی طرف سے محمد خدا کے پیغمبر کی طرف، آپ پر سلام ہویہ کہ میں (نبوت کے معاملے میں)آپ کا شریک ہوں،اور آدھی زمین ہماری اور آدھی قریش کی ہے،لیکن قریش تجاوز کر رہے ہیں"جب یہ خط رسول اللہﷺ کو پہنچا تو آپﷺ نے ان کا خط پڑھ کر درج ذیل عنوان کے ساتھ جواب بھیجا:"محمدخدا کے نبی سے مسیلمہ جھوٹے کی طرف،سلام ہو اس پر جو نجات کا راستہ اختیار کرتا ہے، اما بعد زمین خدا کی ہے،جو اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے دیتا ہے،اور آخر انجام متقیوں کا ہے"(۵)(۴/۶)۔

مؤرخین لکھتے ہیں کہ پیغمبرﷺ"حبیب بن زہد"نامی ایک شخص کو مسیلمہ کی طرف بھیجا، مسیلمہ نےرسول خدا کے قاصد سے کہا:کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمدخدا کے بھیجے ہوئے رسول ہیں؟ حبیب نے کہا:جی ہاں،مسیلمہ نے پوچھا:کیا تم گواہی دیتے ہو کہ میں خدا کا رسول ہوں؟حبیب نے کہا:میں گونگا بہرا ہوں،ان الفاظ کا کئی بار تبادلہ ہوا،یہاں تک کہ مسیلمہ نے ایک ایک کرکے اس کے اعضاء کاٹے اور وہ شہید ہوگئے(۷/۶)۔

(c) ketabton.com: The Digital Library

ایک اور روایت میں ہے کہ مسیلمہ کذاب نے رسول اللہ ﷺ کے دو اصحاب کو پکڑ لیا،اور ان میں سے ایک سے کہا :کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمدﷺ اللہ کے رسول ہیں؟ اس نے کہا ہاں،اور پھر پوچھا:کیا تم میری رسالت کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا ہاں! اس کو چھوڑدیا،پھر اس نے دوسرے کو طلب کیا اور پوچھا:کیا تم محمد ﷺکے رسالت کی گواہی دیتے ہو؟ اس نے کہا:ہاں!کہا تم میری رسالت کی گواہی دیتے ہو؟ ۔

اس نے جواب دیا:کہ میں گونگا بہرا ہوں،..اور وہ شہید ہوگیا:مسیلمہ کذاب رسول اللہ ﷺ کے احکامات کے بعد دعوی کردیا کہ پیغمبر اسلام کی غیر موجودگی میں صرف وہی موجودہ پیغمبر ہے،لہٰذا لوگوں کو چاہیے کہ میری اطاعت اور مدد کریں(۷)۔

با الاخر، جب خلیفہ اول نے مسیلمہ کا خطرہ سنگین دیکھا تو اس کے خلاف لڑنے کے لیے کئی لشکر جمع کیے اور ان کے درمیان کئی چھوٹی بڑی جنگیں ہوئی،آخر کار خالد بن ولید کی کمان میں ایک سخت جنگ میں مسیلمہ مارا گیا،(۹)

حوالہ جات:

1 - زرکلی، خیر الدین، الأعلام (قاموس تراجم لأشهر الرجال و النساء من العرب و المستعربین و المستشرقین)، جلد 7، صفحه 226، دار العلم للملایین، بیروت، طبع هشتم، 1989م.

2 - بعض اقتسابات میں یہ ذکر ہے کہ وہ رسول اللہ ﷺ کے پاس نہیں گیا تھا، دوسروں نے اس سے نقل کیا،تو پیغمبر نے جواب دیا،(الاعم)،ج:۷،ص:۲۲۶)

3 - بخاری، محمد بن إسماعیل، صحیح البخاری، محقق: الناصر، محمد زهیر بن ناصر، ج 4، ص 203، دار طوق النجاة، طبع اول، 1422ق.

4 - مقریزی، تقی الدین، إمتاع الأسماع بما للنبی من الأحوال و الأموال و الحفدة و المتاع، ج 14، ص 229، دار الکتب العلمیة، بیروت، چاپ اول، 1420ق.

5 - اعراف، 128: "إِنَّ الْأَرْضَ لِلَّهِ يُورِثُهَا مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهِ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِينَ"

6 - طبری، محمد بن جریر، تاریخ الأمم و الملوك، تحقیق: محمد أبو الفضل ابراهیم، ج 3، ص 146، دار التراث، بیروت، طبع دوم، 1387ق.

(c) ketabton.com: The Digital Library

7 - عبد البر، یوسف بن عبد الله، الاستیعاب فی معرفة الأصحاب، تحقیق: بجاوی، علی محمد، ج 1، ص 320، دار الجیل، بیروت، چاپ اول، 1412 ق؛ ابن اثیر جزری، عز الدین أبو الحسن، أسد الغابة فی معرفة الصحابة، جلد 1، صفحه 443، دار الفکر، بیروت، 1409ق.

8 - البدایة و النهایة، جلد 6، صفحه 341.

9 - ابن خلدون، عبد الرحمن بن محمد، تاریخ ابن خلدون (دیوان المبتدأ و الخبر فی تاریخ العرب و البربر و من عاصرهم من ذوی الشأن الأکبر)، تحقیق: خلیل شحادة، ج 2، ص 502، دار الفکر، بیروت، طبع دوم، 1408ق.

صدق الله العظیم وصدق رسوله النبی الکریم

Get more e-books from www.ketabton.com
Ketabton.com: The Digital Library